شاہ اکرام حسین سیکری

شخصیاتِ سندھ

جناب سیّد علی اکبر شاہ صاحب مرحوم

سندھ کے مشاہیر علم و ادب میں شاہ صاحب موصوف کی ہستی ایک منفرد مقام رکھتی تھی۔ اوسط درجے کا قد، کھلا ہوا رنگ، بڑی بڑی آنکھیں، رخسار بھرے ہوئے، نورانی داڑھی، پروقار چہرہ، ہنس مکھ اور مہذب انسان، سراپا پرانی تہذیب و تمدن کا چلتا پھرتا نمونہ، ادب اور اخلاص کا مخزن، تہذیب و شرافت کا معدن، علم و عمل کا حسین نقش، پرانی تہذیب کا آخری مونام، یہ تھے میری نظر میں جناب سید علی اکبر شاہ صاحب مرحوم، میہڑ سندھ کے رہنے والے، مدرسہ عربیہ حیدر آباد کے معزز استاد۔

راقم کے ساتھ ان کے خلوص اور محبت بھرے تعلقات لمبے عرصہ تک رہے۔ سب سے پہلے ایک علاج کے سلسلے میں ان کی تشریف آوری ہوئی تھی۔ چند روز علاج ہوا، خدا نے ان کو صحت بخشی۔ اس کے بعد اکثر ازراہِ کرم تشریف لاتے رہے اور مدت تک ان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

جب بھی وہ تشریف لاتے بالعموم موضوع گفتگو شریعت اور طریقت ہوا کرتا تھا۔ اس وقت تک مجھے معلوم نہ تھا کہ ان کا علمی مقام کیا ہے۔ جب انھوں نے بھی اس موضوع پر

اظہارِ خیال کیا تو فوراً معلوم ہوگیا کہ ان کا علمی مقام کیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان سے تعلقات بڑھتے رہے۔ میں ان کا بڑا احترام کرتا تھا مگر وہ اس باب میں مجھ سے آگے تھے۔ میرا احترام مبالغہ کی حد تک کرتے تھے اور اس کا سبب ان کا بے پناہ خلوص تھا۔

ایک دن راقم مطب میں مصروف تھا، مریضوں نے حلقہ بنا رکھا تھا اور میں ان کو نسخے لکھ لکھ کر دے رہا تھا۔ معلوم نہیں کتنی دیر سے دواخانے کے بڑے دروازے کے اندر شاہ صاحب کھڑے تھے۔ اچانک جو میں نے دیکھا تو ان کو کھڑے پایا۔ نظر جھکائے دونوں ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ میں فوراً اُٹھا، ان کے پاس گیا، مصافحہ کیا اور اپنے ساتھ لاکر برابر والی کرسی پر بٹھلایا۔ کتنی دیر ہوئی آپ کو تشریف لائے ہوئے؟ میں نے پوچھا۔ زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ ہوا ہوگا، انھوں نے کہا۔ میں نے عرض کیا، بڑی زحمت ہوئی آپ کو بلا تأمل میرے پاس تشریف لے آنا چاہیے تھا۔ فرمایا اجازت کے بغیر آنا سوءِ ادب بھی ہے اور اسلام کی تعلیم کے خلاف بھی۔

اسلام کی تعلیم پر عامل ایک عالم دین سیّد کے ادب و احترام کی شان یہ تھی۔ اب ایسے لوگ کہاں!

بارہا ایسا ہوا کہ جیسے ہی وہ تشریف لائے میں نے کہا آج تو شریعت اور طریقت کے موضوع پر آپ سے کچھ سُننے کو جی چاہ رہا ہے، انھوں نے ایسے موقع پر تقریباً ہر مرتبہ یہی کہا:

"میں تو سُننے کے لیے آتا ہوں سُنانے کے لیے نہیں!"

وہ اپنے حلقۂ احباب میں سے اکثر مریض حضرات کو بھی میرے پاس علاج کے لیے لایا کرتے تھے۔ ایک دن ایک نوجوان لڑکے کو ساتھ لے کر آئے۔ میں نے نبض دیکھنے کے بعد کہا، یہ لڑکا مجلوق ہے، دُوسری تمام علامات اسی مرض کے باعث ہیں۔ اس لڑکے کو میرا بیان بہت ناگوار گزرا، اس نے قدرے غصّے میں تلخی کے ساتھ کہا، مجھے ایسا کوئی مرض نہیں ہے، آپ کا یہ بیان بالکل غلط ہے۔ میں نے کہا مجھے اپنے ناقص علم اور تجربہ سے جو کچھ اندازہ ہوا ہے وہ بتلادیا ہے، ممکن ہے میری تشخیص غلط ہو۔ جب میں یہ کہہ رہا

تھا تو شاہ صاحب اس لڑکے سے کہہ رہے تھے کہ نہیں! نہیں! اس طرح گستاخی کے ساتھ گفتگو نہ کرو، وہی صحیح ہے جو شاہ صاحب کہہ رہے ہیں۔ مگر اس لڑکے نے ایک نہیں سُنی، بدستور اپنی ہٹ پر قائم رہا۔ میں نے دیکھا کہ شاہ صاحب کے چہرے پر خفّت اور ندامت کے آثار پیدا ہو گئے ہیں اور ان کو اس لڑکے کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری ہے، میں نے فوراً ہی شاہ صاحب سے دُوسری باتیں شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلے گئے۔ دوسرے روز وہ لڑکا تنہا آیا اور مجھ سے کہنے لگا آپ نے جو مرض تشخیص کیا تھا وہ تو صحیح تھا مگر چوں کہ اس وقت اقرار کرنے میں مجھے شرمندگی ہوتی تھی اس لیے میں نے انکار کر دیا تھا، اب میں معافی چاہتا ہوں اور علاج کے لیے آیا ہوں۔ میں نے کہا تم جیسے بدتمیز آدمی کا علاج میں نہیں کرتا، واپس چلے جاؤ اور آئندہ یہاں کبھی نہیں آنا۔ وہ لڑکا واپس چلا گیا۔ دو چار جگہ علاج کرایا مگر ناکام ہو گیا تو اس نے پھر شاہ صاحب کو پکڑا اور اپنا سفارشی بنا کر ان کو میرے پاس لے آیا۔ میں نے ان کے تشریف لاتے ہی کہا، شاہ صاحب اگر آپ سفارش فرمائیں گے تو میں مجبور ہو جاؤں گا۔ بہتر یہ ہے کہ میری رائے پر چھوڑ دیں انھوں نے فرمایا آپ کی رائے بہتر ہے، میں نے ان کی رعایت سے اتنا کیا کہ اپنے یہاں سے علاج کرنے کے بجائے چند دوائیں لکھ کر دے دیں اور کہا کسی بھی دواخانے سے لے کر استعمال کر لینا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ انھی دواؤں سے ٹھیک ہو گیا اور اس طرح اُس نامبارک آدمی سے میرا پیچھا چھوٹ گیا۔

شاہ صاحب جہاں ایک عالم دین تھے، وہاں بہت اچھے مقرر بھی تھے۔ مولانا اشرف علی فاضل جے پوری مرحوم نے ایک دن مجھ سے بیان کیا تھا کہ قیام پاکستان سے تھوڑے عرصہ پہلے دہلی میں مُسلم لیگ کا ایک جلسہ تھا، میں بھی اس میں شریک تھا۔ مقررین جلسہ میں شاہ صاحب بھی شامل تھے، فصیح و بلیغ اردو میں انھوں نے بڑی دھواں دھار تقریر کی۔ میں نے اس وقت خیال کیا تھا کہ یہ دہلی یا یوپی کے کسی مقام کے رہنے والے ہوں گے۔ قیام پاکستان کے بعد جب میں حیدرآباد آ گیا تو ایک دن سرِراہے ان سے ملاقات ہو گئی، میں نے فوراً ہی پوچھا، آپ کب تشریف لائے؟ انھوں نے کہا میں تو یہاں ہی کا رہنے والا

ہوں، کہیں نہیں گیا تھا۔ میں نے سمجھا کہ شاید ان بزرگ کے ہم شکل کوئی اور صاحب ہیں، مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ تاہم میں نے کہا کیا آپ وہ نہیں ہیں جنھوں نے دہلی میں مسلم لیگ کے فلاں جلسے میں تقریر فرمائی تھی؟ انھوں نے کہا، ہوں تو وہی ـــــ فاضل جے پوری کہتے تھے کہ مجھے حیرت ہوئی کہ سندھ کا رہنے والا شخص اُردو میں ایسی اچھی اور اتنی عمدہ تقریر بھی کرسکتا ہے؟

ایک دن وہ مطب میں تشریف رکھتے تھے، راجپوتانہ کے بزرگانِ دین کا ذکر گفتگو کا موضوع تھا، میں نے کہا، بہت سے بزرگوں کے حالات میں جمع کر رہا ہوں اور میں نے اس کا نام "تذکرۂ بزرگانِ راجپوتانہ" رکھا ہے، انھوں نے فرمایا، میرے خیال میں اس کا نام

"تذکرۂ بزرگانِ راجستھان"

ہو تو زیادہ بہتر ہے مجھے یہ نام بہت پسند آیا، چنانچہ اسی دن سے میں نے اپنے اس نامکمل تذکرہ کا نام یہی رکھ دیا۔

ان کو دق کا عارضہ لاحق ہوگیا تھا، بہت عرصے تک ڈاکٹروں سے علاج ہوتا رہا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا، بلکہ کمزور ہوتے چلے گئے۔ اس کے بعد تقریباً ایک ماہ میرے زیرِ علاج رہے۔ جامعہ عربیہ حیدرآباد کے ایک مکان میں مقیم تھے، میں اکثر ان کا معاینہ کرنے کے لیے جایا کرتا تھا، بڑی کمزوری اور ناتوانی کا عالم تھا، ابھی علاج جاری تھا اور کسی قدر حالات بہتر ہونے لگے تھے کہ میرپور خاص میں میرے جدِّ اعلیٰ حضرت سید اکبر علی شاہ صاحب کے عرس کا زمانہ قریب آگیا، میرا وہاں جانا ضروری تھا۔ چنانچہ آخری بار ان سے ملنے کے لیے گیا، معاینہ کیا اور کہا میں میرپور خاص اس مقصد سے جارہا ہوں۔ کم از کم پندرہ دن کے بعد واپسی ہوگی۔ وہ یہ بات سن کر کچھ مایوس سے ہوگئے۔ میں نے تھوڑی دیر ان سے حوصلہ افزا باتیں کیں اور واپس آگیا۔ دوسرے دن میرپور خاص چلا گیا۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ میرے جانے کے بعد وہ میہڑ چلے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد رحلت فرماگئے، افسوس!

اُن کی رحلت کے ساتھ علم و عمل اور تہذیب و شرافت کا ایک باب مکمل ہوکر ختم ہوگیا۔ ایسے لوگ روز روز کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ مسلمان قوم میں قحط الرجال گزشتہ چند صدیوں سے برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ ان کی رحلت سے ایک چراغ اور گُل ہوگیا۔ اندھیرا اور بڑھ گیا۔ میر تقی میرؔ نے فرمایا تھا ؎

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

شاہ صاحب مرحوم ایسے ہی انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ خدا ان کی قبر نُور سے معمُور فرمائے۔

شاہ ولی اللہؒ کی تعلیم (اردو)

از

پروفیسر غلام حسین جلبانی

پروفیسر جلبانی ایم اے سابق صدر شعبہ عربی سندھ یونیورسٹی کے برسوں کے مطالعہ و تحقیق کا حاصل یہ کتاب ہے۔ اس میں مصنف نے حضرت شاہ ولی اللہ کی پوری تعلیم کا احصار کیا ہے اور اس کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔ پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا تھا اور قدردان پڑھنے والوں کے اصرار پر دُوسرا ایڈیشن شائع کر دیا گیا ہے۔ معیارِ طباعت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

قیمت :۔ دس روپے

ملنے کا پتہ

شاہ ولی اللہ اکیڈمی ۔ صدر ۔ حیدر آباد سندھ